(آخری قسط)

مولانا سعید الرحمٰن ندوی
ناظم ،فرقانیہ اکیڈمی ٹرسٹ، بنگلور، انڈیا

قرآن عظیم اور کائناتی زمینیں

زمینوں کی ایک خوفناک طبعی حقیقت

یہ مقالہ مضمون نگار کی غیر مطبوعہ تصنیف ''قرآن عظیم کی آفاقیت اور اس کا فلسفہ کائنات: خارج از زمین زندگی، انسان کی حقیقت اور خود اپنی اصلیت پر جدید اعجازی قرآنی بصائر'' کا تیسرا باب ہے۔ اس کے پہلے دو ابواب چار قسطوں میں ''الحق'' کے جولائی تا ستمبر ۲۰۰۸ء اور فروری ۲۰۰۹ء میں شائع ہو چکے ہیں۔

اب غور کیا جا سکتا ہے کہ موجودہ ﴿وَلَا يَزَالُ الَّذِينَ كَفَرُوا تُصِيبُهُم بِمَا صَنَعُوا قَارِعَةٌ أَوْ تَحُلُّ قَرِيبًا مِّن دَارِهِمْ﴾ (کفار کو مسلسل خود ان کے اعمال کے عوض ایک کھڑکھڑانے والی آواز لاحق ہوتی جائے گی یا انکی بستی کے قرب وجوار ہی میں نازل ہوتی رہے گی) اور سابقہ ﴿أَوَلَمْ يَرَوْا إِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صَافَّاتٍ وَيَقْبِضْنَ﴾ (کیا انہوں نے اپنے اوپر اڑنے والوں کو اس حال میں نہیں دیکھا کہ ان میں بہت سے اپنے بازو پھیلائے ہوئے ہیں اور بہت سے انہیں سمیٹ بھی رہے ہیں؟) اور ﴿فَتِلْكَ مَسَاكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَن مِّن بَعْدِهِمْ إِلَّا قَلِيلًا﴾ (سو وہ انکے مسکن ہیں جن کے بعد وہ کم ہی آباد ہوئے) جنکے ذریعے ہمیں اپنے پڑوس کی بکثرت زمینوں کے بھی مسلسل موت سے دوچار ہوتے رہنے کی حقیقت سے عبرت حاصل کرنے پر ابھارا گیا تھا معنوی طور پر آپس میں کتنی مماثلت رکھنے والے اور باہم ایک دوسرے کی کس قدر شرح وتفسیر کرنے والے ہیں۔ لہٰذا اس آواز والے عذاب کی نوعیت پر مزید گفتگو اگلے صفحات میں بھی کی جائیگی، جس سے ہماری جانب سے مراد لئے گئے موجودہ مفہوم میں مزید تاکید پیدا ہو جائیگی۔

جب اس کائنات میں عمومی قیامت کبریٰ کے وقوع سے قبل اس قدر قیامات صغریٰ واقع ہو چکی ہیں اور ابھی بہت ساری واقع ہونی باقی بھی ہیں تو اس وقت یہ عرض کر دینا بیجا نہ ہوگا کہ اس مجموعی قیامت، اس کی نوعیت اور اس کے وقوع پر خاطر خواہ بحث انشاء اللہ العزیز ہم اپنے ایک اور مضمون میں کریں گے۔ اب چونکہ زمینوں کی موت وحیات کی ساری بحث پانی کی فراہمی اور اس کی معدومی ہی کے اردگرد گھومنے والی ہے، اس لئے اس گفتگو کو ختم کرنے سے قبل خود ہمارا پانی ختم کر کے ہم پر بھی زمین کو عمومی طور پر بنجر کر دینے والا عذاب نازل کر دئے جانے کی ایک اور صریح وعید کے

لئے حسب ذیل آیت کریمہ بھی ملاحظہ ہو:

۲۵ ﴿وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً بِقَدَرٍ فَأَسْكَنّٰهُ فِي الْأَرْضِ، وَإِنَّا عَلٰى ذَهَابٍ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ﴾ (مؤمنون:۱۸)

ترجمہ: ہم نے ایک مخصوص مقدار میں آسمان سے پانی برسا کر اسے زمین میں ٹھہرایا ہے، اور ہم اسکے لے جانے پر بھی قادر ہیں۔

یہاں ﴿ذَهَابٍ﴾ (لے جانا) خبر دے رہا ہے کہ عذاب الٰہی کی صورت میں زمینی پانی کو بالکل نیست و نابود نہیں کیا جاتا ہے، بلکہ اسے صرف یہاں سے کہیں اور منتقل کر دیا جاتا ہے۔ اس طرح یہ تعبیر سابقہ ﴿إِنْ أَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا﴾ (اگر تمہارا پانی زمین کے خوب اندر دھنس جائے) وعید کو ایک دیگر اسلوب میں بیان کرنے والی ہو جاتی ہے۔

جب پانی کا اس قدر گہرا ربط و تعلق زمینوں کی موت و حیات سے ہے تو سوال یہ رہ جاتا ہے کہ انکا پانی کس طرح ختم کر دیا جاتا ہے، جو ان کی موت کا باعث بن جاتا ہو؟ لہٰذا ہم دوبارہ کتاب اللہ ہی کا رخ کرتے ہوئے اس سلسلے میں اس سے مزید رہنمائی حاصل کرنے کی کوشش کریں گے:

۲۶- ﴿يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ إِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ أَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ فَانْفُذُوْا، لَا تَنْفُذُوْنَ إِلَّا بِسُلْطٰنٍ. فَبِأَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ. يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ وَّنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ﴾ (رحمٰن:۳۳-۳۵)

ترجمہ: اے گروہ جن وانس اگر تم میں طاقت ہو کہ آسمانوں اور زمینوں کے حدود سے نکل جاؤ تو نکل کر دیکھو، (مگر) تم ایک بڑی قوت کے بغیر نکل نہیں سکتے ہو۔ پھر تم دونوں اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ (اگر ان کے حدود سے نکل بھی جاؤ تو) تم پر آگ کے شعلے اور دھواں چھوڑا جائے گا، پھر تم بچ نہیں سکو گے۔

جیسا کہ ہم نے اپنے سابقہ مضمون میں نہایت مدلل طور پر ثابت کیا ہے، یہاں خطاب اخروی نوعیت کا نہیں بلکہ خالص دنیوی اور کائنات کی کل زمینوں میں بسی انسانی اور جناتی نسلوں کے تناظر میں ہو رہا ہے۔ واقعتاً یہ آیات شریفہ موجودہ خلائی دور سے گہرا تعلق رکھتے ہوئے ایک اہم فلکیاتی مظہر سے انتہائی اعجازی انداز میں پردہ اٹھانے والی ہیں۔ چنانچہ خلائے آسمانی میں سورج اور دیگر اجرام سماوی سے خارج ہونے والی قسم ہا قسم کی برقی مقناطیسی شعاعیں (electromagnetic radiations) جیسے گاما شعاعیں (gamma rays)، ایکسریز (X rays)، بالائے بنفشی شعاعیں (ultraviolet rays)، مرئی روشنی (visible light)، زیریں سرخ شعاعیں (infrared rays)، مائیکرو لہریں (microwaves) اور ریڈیائی لہریں (radio waves) ہر طرف پھیلی ہمہ وقت محو گردش رہتی ہیں۔ یہ شعاعیں حقیقتاً توانائی (engergy) کی مختلف شکلیں ہوتی ہیں، جن کی بدولت ہی سرزمین پر زندگی کا وجود ہے۔ ان ساری شعاعوں میں سے ایک یعنی بالائے بنفشی شعاعیں ساری خلا میں اور حدود زمین کے اندر ایک مخصوص بلندی تک خود ہماری فضا میں بھی ہر طرف پھیل کر ساری زمین کو اپنے شکنجے میں لئے ہوئی ہیں اور انتہائی مہلک ثابت

ہوتی ہیں۔ اگر کسی جاندار کا راست طور پر سامنا ہوتا ہے اسے جلا کر خاکستر بھی کر دیتی ہیں۔ ہماری فضا میں موجود اوزنی کرہ (ozone layer) ان خطرناک شعاعوں کی تابکاری جذب کر کے انہیں راست طور پر سطح زمین تک پہنچنے سے روکے ہوئے ہے۔ اس طرح یہ کرہ روئے زمین پر نفس زندگی کے ظہور اور بقا کا ضامن ہے۔ چنانچہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہاں قرآن حکیم انہی برقی مقناطیسی شعاعوں کی تعبیر ﴿شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ﴾ (آگ کا شعلہ) اور ﴿نُحَاسٌ﴾ (دھواں) سے کر رہا ہے، جن کا معنوی انطباق حیرت انگیز طور پر بالترتیب بالائے بنفشی شعاعوں اور عموماً بقیہ ساری شعاعوں پر ہو رہا ہے۔ لہذا یہاں اس بات کا قوی امکان موجود ہے کہ ان تعبیرات کے ذریعے جن وانس کو متنبہ کیا جا رہا ہے کہ اگر تم بزور قوت آسمانوں اور زمینوں کے حدود سے نکل بھی جاؤ تو یہ مہلک شعاعیں تمہیں اپنی آغوش میں لے لیں گی، اور تم بچ نہیں سکو گے۔ چنانچہ ان شعاعوں سے حفاظت کی خاطر خلاباز خصوصی خلائی سوٹوں کا استعمال کرتے ہیں۔

اس وقت یہ حقیقت بھی ذہن نشین رہے کہ یہ سارا بیان ہماری یہی ایک زمین نہیں بلکہ کائنات کی ساری ہی زمینوں کے بھی سیاق میں ہو رہا ہے، جس سے مستنبط ہوتا ہے کہ ان ساری زمینوں میں بھی اپنے اپنے متعلقہ سورجوں سے خارج ہونے والی برقی مقناطیسی شعاعوں اور ان سے حفاظت کی خاطر اوزنی منطقوں کا یہی انتظام وانصرام جامعیت کے ساتھ ہر جگہ موجود ہے! اب قرآنی نقطۂ نظر سے برقی مقناطیسی شعاعوں کے خدوخال کی وضاحت اور اس ضمن میں اخذ کردہ ہمارے موجودہ مفہوم کی مزید تقویت کے لئے درج ذیل سات مختلف النوع بیانات بھی ملاحظہ ہوں:

۲۷- ﴿وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ، وَلَوْ لَآ اَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَآءَهُمُ الْعَذَابُ، وَلَيَاْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ. يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ، وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌ بِالْكٰفِرِيْنَ. يَوْمَ يَغْشٰهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ وَيَقُوْلُ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ (عنکبوت: ۵۳-۵۵)

ترجمہ: یہ آپ سے عذاب کی جلدی مچا رہے ہیں۔ اگر اس کا مقررہ وقت نہ ہوتا تو وہ ان پر ضرور آ ہی گیا ہوتا۔ البتہ وہ ان پر اس حال میں اچانک آئے گا کہ انہیں اس کی خبر تک نہیں ہوگی۔ کفار آپ سے عذاب کی جلدی مچا رہے ہیں حالانکہ جہنم یقینی طور پر انہیں گھیرے ہوئے ہے۔ اس دن انہیں عذاب اوپر سے اور پاؤں کے نیچے سے ڈھانک کر کہے گا کہ تم اپنے اعمال کا مزہ چکھو!

الفاظ قرآنی سے اور خصوصیت کے ساتھ کفار کے عذاب کی جلدی مچانے کی تصریح سے ظاہر ہے کہ ان آیات میں اسی دنیوی عذاب کا مربوط بیان ہو رہا ہے جو مستقبل میں ہم پر نازل ہونے والا ہے۔ ہمارے اس استدلال کی دوسری دلیل یہاں بیان کردہ عذاب ﴿يَوْمَ يَغْشٰهُمُ الْعَذَابُ﴾ (اس دن عذاب انہیں ڈھانک لے گا) اور سابقہ ہماری زمین کو عمومی طور پر ڈھانک کر اسے بنجر کر دینے والے عذاب ﴿غَاشِيَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ﴾ (اللہ کا ڈھانکنے والا عذاب) کے درمیان کامل لفظی اور معنوی تطبیق وہم آہنگی بھی ہے۔ نیز اس سلسلے کی ایک اور نہایت مضبوط

دلیل یہاں ﴿وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيطَةٌ بِالْكَفِرِيْنَ﴾ کے ذریعے مذکور جہنم کا ہمیں خود اسی دنیا میں ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہونا ہے، جو کسی بھی قیمت پر حقیقت واقعہ نہیں ہو سکتی ہے۔ لہٰذا اس سے مترشح ہوتا ہے کہ پچھلے ارشاد باری میں جن وانس پر ان کے آسمانوں اور زمینوں کے حدود سے نکلنے کی صورت میں جن شعاعوں اور آگ کے شعلوں ﴿شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ﴾ کے چھوڑے جانے کا بیان تھا یہاں ٹھیک انہیں کو بطور کنایہ ایسی جہنم سے تعبیر کیا جا رہا ہے جو ہمیں ہر جانب سے گھیرے ہوئے ہے، اور جو عذاب کے نازل ہونے کی صورت میں ہم پر اوپر اور نیچے ہر جانب سے چھوڑی جائے گی۔ یعنی ہم پر آگے نازل ہونے والا جہنم نما عذاب ہمیں نہایت قریبی مسافت سے گھیرے ہوئے ہے۔ واضح رہے کہ ان شعاعوں سے ہماری حفاظت کرنے والا اوزونی کرہ سطح زمین سے صرف پندرہ تا تیس کلومیٹر کی بلندی پر واقع ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ مہلک شعاعیں ہمیں چاروں جانب سے اس قدر نزدیکی سے گھیری ہوئی ہیں، جسکی تصویر کشی کتاب اللہ اس اچھوتے انداز میں کرتے ہوئے انہیں جہنم سے تعبیر کر رہی ہے۔ نیز اس جہنم کا صرف کفار پر محیط ہونے کی موجودہ قرآنی تصریح سے منصوص طور پر یہ نتیجہ بھی نکلتا ہے کہ عذاب صرف اسی طبقے پر نازل ہوتا ہے، جب کہ مومنین ہر جگہ اس سے محفوظ ہی رہتے ہیں، جس سے اس ضمن میں اخذ کردہ ہمارے سابقہ کلیے پر ایک اور دلیل فراہم ہو جاتی ہے۔

۲۸- ﴿وَلَئِنْ أَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ إِلَى أُمَّةٍ مَّعْدُوْدَةٍ لَّيَقُوْلُنَّ مَا يَحْبِسُهُ، أَلَا يَوْمَ يَأْتِيْهِمْ لَيْسَ مَصْرُوْفًا عَنْهُمْ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهِ يَسْتَهْزِءُوْنَ﴾ (ہود:۸)

ترجمہ: اگر ہم عذاب کو ایک مدت تک ان سے ملتوی رکھیں گے تو یہ ضرور کہیں گے کہ کس نے اسے روک رکھا ہے؟ سن لو جس دن وہ ان پر آئیگا تو اسے ان سے پھیرا نہیں جائیگا، اور انہیں وہی چیز گھیرے ہوئے ہے جسکا وہ مذاق اڑا رہے ہیں

غور کیا جاسکتا ہے کہ کفار کی جانب سے جلدی مچائے جانے والے عذاب الٰہی کو اگر پچھلے ارشاد میں ﴿وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيطَةٌ بِالْكَافِرِيْنَ﴾ کے ذریعے بطور کنایہ ایک ایسی جہنم سے تعبیر کیا گیا تھا جو انہیں ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہے تو اب اس کا مزاق اڑانے والوں کو ٹھیک اسی قسم کی لفظی تعبیر کا استعمال حقیقی طور پر کرتے ہوئے ﴿وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهِ يَسْتَهْزِئُوْنَ﴾ (انہیں وہی چیز گھیرے ہوئے ہے جس کا وہ مذاق اڑا رہے ہیں) کہا جا رہا ہے، جس سے ایک اور مرتبہ بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ جہنم سے مراد اپنی ماہیت میں خود اسی سے مشابہت رکھنے والا دنیوی عذاب ہی ہے۔ اس طرح سابقہ ارشاد کے تحت اخذ کردہ ہمارا مفہوم مزید قوت واستحکام حاصل کر جاتا ہے۔

۲۹- ﴿وَيَقُوْلُوْنَ مَتَى هَذَا الْوَعْدُ إِنْ كُنْتُمْ صَدِقِيْنَ. لَوْ يَعْلَمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا حِيْنَ لَا يَكُفُّوْنَ عَنْ وُّجُوْهِهِمُ النَّارَ وَلَا عَنْ ظُهُوْرِهِمْ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ. بَلْ تَأْتِيْهِمْ بَغْتَةً فَتَبْهَتُهُمْ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ رَدَّهَا وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ. وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهِ يَسْتَهْزِءُوْنَ. قُلْ مَنْ يَّكْلَؤُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحْمٰنِ، بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ مُّعْرِضُوْنَ﴾ (انبیاء:۳۸-۴۲)

ترجمہ: وہ کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو یہ وعدہ کب پورا ہوگا؟ کاش ان کفار کو اس وقت کا علم ہوتا جب وہ آگ کو نہ اپنے آگے سے روک سکیں گے اور نہ ہی اپنے پیچھے سے، اور نہ ان کی مدد ہی کی جائیگی۔ بلکہ وہ ان پر اچانک آئیگی اور انہیں بدحواس کردیگی، پھر وہ اسے ہٹانے پر قادر نہیں ہوسکیں گے اور نہ ہی انہیں مہلت دی جائیگی اور آپ سے قبل بھی رسولوں کا مزاق اڑایا گیا تھا، سو جنہوں نے اُن سے جس کا مزاق اڑایا تھا اسی نے انہیں آگھیرا۔ کہہ دیجئے کہ رات اور دن میں رحمٰن (کے عذاب) سے تمہاری حفاظت کون کرتا ہے بلکہ وہ اپنے رب کی یاد دہانی سے منہ موڑے ہوئے ہیں۔

ان میں سے پہلی آیت ﴿وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ﴾ (وہ کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو یہ وعدہ کب پورا ہوگا؟) سے ظاہر ہے کہ ایک اور مرتبہ یہاں بھی ہم پر آگے نازل ہونے والا عذاب ہی موضوع بحث ہے۔ فی الواقع یہ ساری ہی آیات باہمی طور پر نہایت ربط وانضباط کے ساتھ اس متوقع عذاب کی تصویر کشی کائناتی تناظر میں کررہی ہیں۔ چنانچہ عنکبوت: ۵۳-۵۵ میں اپنے ماقبل رحمٰن: ۳۳-۳۵ میں مذکور جس آگ ﴿شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ﴾ کو بطور کنایہ جہنم سے تعبیر کرتے ہوئے اسے کفار پر اوپر اور نیچے سے مسلط کئے جانے کا بیان تھا یہاں اس کے خدوخال کو مزید واضح کرتے ہوئے کہا جارہا ہے کہ اسے ان پر ان کے آگے اور پیچھے سے بھی چھوڑا جائے گا۔ نیز اس عذاب کو اگر سابقہ ارشاد کے تحت ﴿لَيْسَ مَصْرُوفًا عَنْهُمْ﴾ (اسے ان سے پھیرا نہیں جائے گا) کہا گیا تھا تو ٹھیک یہی حقیقت اب ﴿فَلَا يَسْتَطِيعُونَ رَدَّهَا﴾ (وہ اسے ہٹانے پر قادر نہیں ہوسکیں گے) کے ذریعے بیان کی جارہی ہے۔ پھر ﴿قُلْ مَنْ يَكْلَؤُكُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحْمَٰنِ﴾ (کہہ دیجئے کہ رات اور دن میں رحمٰن کے عذاب سے تمہاری حفاظت کون کرتا ہے) کے ذریعے اسی جہنم سے حفاظت کی حقیقت کو ظاہر کیا جارہا ہے کہ وہ اس قدر نزدیکی سے گھیرے ہونے کے باوجود نہایت رحم دل خدائے رحمٰن ہی ہمیں اس سے بچائے ہوئے ہے۔

نیز ہم پر نازل ہونے والے اس عذاب کے مربوط بیان کے عین درمیان بطور جملہ معترضہ ﴿وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِينَ سَخِرُوا مِنْهُمْ مَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ﴾ (اور آپ سے قبل بھی رسولوں کا مزاق اڑایا گیا تھا، سو جنہوں نے اُن سے جس کا مزاق اڑایا تھا اسی نے انہیں آپکڑا) کے ذریعے ہمیں یہ بھی باور کرایا جارہا ہے کہ ہم پر نازل ہوکر ہمیں آگ سے جلا کر ختم کردئے جانے والا یہ عذاب اس کائنات کا یا خود اسی زمین کا کوئی نادرالوجود واقعہ نہیں ہوگا بلکہ اس سے قبل بھی بے شمار انسانی نسلیں اس زمین پر بھی اور کائنات کی دیگر زمینوں پر بھی اس کے ذریعے جل بھن کر ختم ہوچکی ہیں۔ اس وقت ملحوظ رہے کہ پچھلے ارشاد کے تحت اس عذاب کے ہمیں گھیرے ہوئے ہونے پر دلالت کرنے کیلئے ﴿وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ﴾ کہا گیا تھا تو اب ٹھیک اسی طرح کی تعبیر ﴿فَحَاقَ بِالَّذِينَ سَخِرُوا مِنْهُمْ مَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ﴾ کے ذریعے یہ خبر دی جارہی ہے کہ اسکا وقوع پہلے بھی ہوچکا ہے۔ نیز اس وقت یہ بھی واضح رہے کہ سابق میں اسی سورۂ انبیاء کی آیات نمبر ۱۱-۱۷ میں کائنات کی مختلف

زمینوں میں مقیم لاتعداد نسلوں کی ہلاکت کیلئے بھی انہیں جلا کر ختم کردئے جانے ﴿جَعَلْنٰهُمْ حَصِيْدًا خٰمِدِيْنَ﴾ (ہم نے انہیں جڑ سے اکھاڑ دیا اور وہ جل بجھ کر رہ گئے) کا بیان ہو چکا ہے۔ مزید برآں سابقہ یٰس: ۳۱-۳۳ کو ان کے متصل سیاق کی آیات کیساتھ دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ خود ہماری زمین کی سابقہ زندگیوں سے تعلق رکھنے والی متعدد نسلوں کو بھی اسی آگ سے جلا کر ختم کیا گیا تھا:

۳۰- ﴿وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى قَوْمِهٖ مِنْ بَعْدِهٖ مِنْ جُنْدٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَمَا كُنَّا مُنْزِلِيْنَ. اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ خٰمِدُوْنَ. يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ، مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ﴾ (یٰسین: ۲۸-۳۰)

ترجمہ: ہم نے اس کے بعد اس کی قوم پر آسمان سے کوئی لشکر نازل نہیں کیا اور نہ ہی ہمیں اس کی کوئی ضرورت تھی۔ وہ تو صرف ایک آواز تھی اور وہ دفعتہً جل بجھ کر رہ گئے۔ بہت افسوس ہے بندوں پر کہ ان کے پاس ایسا کوئی رسول نہیں آیا جس کا انہوں نے مذاق نہ اڑایا ہو!

یہ آیات اسی سورۂ یٰس کی آیت نمبر ۱۳ میں مذکور اس ﴿اَلْقَرْيَةُ﴾ کی ہلاکت کی تصویر کشی کر رہی ہیں جس کے باشندے پے در پے انبیاء کی تکذیب کر چکے تھے اور جنہیں ایک آواز کے ذریعے جلا کر ختم کر دیا گیا تھا۔ پھر اگلی آیات میں اس طرح کی دیگر نسلوں کو ہلاک کرنے کے بعد ان ہلاکتوں کی ایک واضح نشانی زمین کی مردہ حالتیں قرار دی گئی ہیں۔ اس سے کائناتی پس منظر میں ﴿قَرْيَةٌ﴾ بمعنی ''زمین'' مراد لئے گئے ہمارے سابقہ مفہوم کو مزید تقویت حاصل ہو جاتی ہے۔ اور چونکہ یہاں ﴿اَلْقَرْيَةُ﴾ کا استعمال معرفہ کے طور پر ہوا ہے اس لئے بطور معہود ذہنی اس سے ہماری زمین ہی مراد ہو سکتی ہے۔ نیز ﴿وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى قَوْمِهٖ مِنْ بَعْدِهٖ مِنْ جُنْدٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَمَا كُنَّا مُنْزِلِيْنَ﴾ (ہم نے اس کے بعد اس کی قوم پر آسمان سے کوئی لشکر نازل نہیں کیا اور نہ ہی ہمیں اس کی کوئی ضرورت تھی) ہمارے لئے ایک اور بصیرت کا بھی حامل ہے کہ عذاب آسمان میں کہیں بلند جگہ سے نہیں آتا ہے بلکہ وہ عین وہی ہے جو نہایت قریب سے ہمیں گھیرے ہوئے ہے۔ اسی طرح حسب ذیل آیت میں نہایت واضح الفاظ میں اور منصوص طور پر اعلان کیا جا رہا ہے کہ خود ہماری موجودہ نسل کو بھی ایک آواز کے عذاب ہی کے ذریعے ختم کر دیا جائے گا، جس سے اوپر ﴿قَارِعَةٌ﴾ (کھڑکھڑانے والی آواز) سے مراد لیا گیا ہمارا مفہوم مضبوط تر ہو جاتا ہے:

۳۱- ﴿وَمَا يَنْظُرُ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً مَّا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ﴾ (ص: ۱۵)

ترجمہ: بس یہ ایک چیخ ہی کے منتظر ہیں جس میں دم لینے کی بھی گنجائش نہیں ہوگی۔

چنانچہ اب غور کیا جا سکتا ہے کہ مستقبل میں ہم پر نازل ہونے والا ہو بہو اتنے سارے اوصاف و خصائص میں مشترک عذاب کیا ہماری محافظ و مہربان اوزنی پرت (ozone layer) پھاڑ کر زمینی انواع حیات کو جلا کر راکھ

کر دینے والی بالائے بنفشی شعاعوں (ultraviolet rays) کے علاوہ کچھ اور بھی ہوسکتا ہے؟ واضح رہے کہ ہم پر نازل ہونے والے عذاب کی مذکورہ بالا خصوصیات جیسے اس کا ہمیں ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہونا، آسمان میں کسی بلند مقام کے بجائے نہایت قربت سے نازل ہونے والا ہونا، جہنم کا نمونہ ہونا، خدائے رحمٰن کا اسے اب تک ہم سے روکے ہوئے ہونا، سطح زمین تک رسائی کی صورت میں یہاں کے سطحی سیال پانی کو زیر زمین خوب اندر کی جانب دھنسا کر سارے انوائے حیات کو جلا کر راکھ کر دینے والا ہونا وغیرہ وغیرہ ٹھیک وہی خصوصیات ہیں جو ان بالائے بنفشی شعاعوں کی ہیں۔ چنانچہ اس قدر متنوع الاقسام دلائل وشواہد کے باوجود اس باب میں اگر اب بھی شک وتردد کی کوئی گنجائش باقی ہو تو اس کے بھی ازالے کیلئے مندرجہ ذیل آیات ملاحظہ ہوں، جو انشاءاللہ العزیز نہایت فیصلہ کن ثابت ہوں گی:

۲۲- ﴿فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ. يَغْشَى النَّاسَ، هٰذَا عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ (دخان:۱۰-۱۱)

ترجمہ: آپ اس دن کا انتظار کیجئے جب آسمان لوگوں کو ڈھانک لینے والا ایک مخصوص دھواں لے آئے گا۔ یہ ایک دردناک عذاب ہوگا۔

یاد رہے کہ رحمٰن: ۳۳-۳۵ کے تحت برقی مقناطیسی شعاعوں کو دو انواع میں منقسم کرتے ہوئے پہلی نوع کو ایک مخصوص قسم کی تباہ کن شعاعیں ﴿شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ﴾ (آگ کا شعلہ) اور دوسری کو بقیہ عام قسم کی شعاعیں ﴿نُحَاسٌ﴾ (دھواں) قرار دیا گیا تھا۔ اب یہاں الفاظ قرآنی سے پوری طرح عیاں ہے کہ پہلی نوع کی انہی مخصوص شعاعوں کو ﴿دُخَانٌ مُّبِينٌ﴾ (مخصوص دھواں) کہا جا رہا ہے۔ پھر اس دھویں کی ایک اور صفت ﴿يَغْشَى النَّاسَ﴾ (لوگوں ڈھانک لینے والا) کے ذریعے اس مفہوم کو مزید مضبوط و مستحکم کیا جا رہا ہے کہ یہ وہی عذاب ہے جس کی وعید پہلے ﴿غَاشِيَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ﴾ (اللہ کا ڈھانک لینے والا عذاب) کے ذریعے، اور جس کی تفصیل بعد میں ﴿يَغْشٰهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ أَرْجُلِهِمْ﴾ (عذاب انہیں اوپر سے اور پاؤں کے نیچے سے ڈھانک لے گا) کے ذریعے کرتے ہوئے اسے جہنم سے تعبیر کیا گیا تھا۔ اگرچہ ان آیات کے شان نزول کے تعلق سے بہت سارے اقوال مروی ہیں، جن میں سے بیشتر مجازی تاویلات ہی پر مبنی ہیں، اور جن پر خود بعض متقدم مفسرین ہی نے زبردست نقد بھی کیا ہے۔ جب کہ ہمارا اخذ کردہ مفہوم پورے کا پورا وہی ہے جو الفاظ قرآنی سے حقیقی طور پر نکلتا ہے، اور جو اس تعلق سے اب تک بیان کردہ سابقہ سارے ارشادات ربانی کو "القرآن یفسر بعضہ بعضا" (قرآن کا بعض حصہ بعض دوسرے حصے کی تفسیر کرتا ہے) کے تحت ایک ہی لڑی میں پرونے والا اور ان کی بخوبی تلخیص کرنے والا بھی ہے۔ اور خود مریخ کی موجودہ حالت زار بھی چیخ چیخ کر گواہی دے رہی ہے کہ اس کی یہ ساری کیفیت انہی تباہ کن شعاعوں کی مرہون منت ہے۔

اب ملاحظہ کیا جا سکتا ہے کہ اوپر مذکور ﴿قَارِعَةٌ﴾ کی تشریح وتوجیہ پچھلے چھ بیانات الٰہی میں کس معنی خیزی

سے ﴿شُوَاظٌ مِّن نَّارٍ﴾، ﴿جَهَنَّمُ﴾، ﴿عَذَابٌ﴾، ﴿نَارٌ﴾ اور ﴿صَيْحَةٌ﴾ کے ذریعے کی گئی ہے۔ چنانچہ ان بیانات کے ملاحظہ سے معلوم ہو رہا ہے کہ جب سورج کی بالائے بنفشی شعاعیں (ultraviolet rays) اوزونی پرت پھاڑ دیتی ہیں تو وہ ایک آواز کے ساتھ سطح زمین پر پہنچ کر تباہی پھیلاتی ہیں۔ اس سے ساری ہی زمینی انواع حیات جل بھن کر ختم ہو جائیں گی، پانی کا سالمہ مفرد عناصر (ہیڈروجن اور آکسیجن) کی شکل میں بکھر جائے گا اور سطحی پانی معدوم ہو کر زمین بنجر ہو جائے گی۔ جب سطحی پانی معدوم ہو جائے گا یا زیر زمین دھنس جائے گا تو اس کے نتیجے میں کرۂ ہوا (atmosphere) بھی کیمیائی عمل (chemical reaction) کے ذریعے رفتہ رفتہ تبدیل ہوتے ہوئے بالکل ناپید ہو جائے گا۔ اور اس دوران سطح زمین بھی مختلف ارضیاتی (geological) یعنی آتش فشانی (volcanic) اور ساختمانی (tectonic) تبدیلیوں کے باعث اس طرح مسطح اور چٹیل میدان ہو جائے گی کہ گویا وہ کل آبادہی نہیں تھی: ﴿حَصِيدًا كَأَن لَّمْ تَغْنَ بِالْأَمْسِ﴾ (ایسی صاف کہ گویا وہ کل آباد ہی نہیں تھی)۔ اب ہمارے نظام شمسی کے مریخ وغیرہ سیاروں کی موجودہ زبوں حالی پر ایک اور مرتبہ غور کیا جا سکتا ہے کہ کیا وہ ان قرآنی تصریحات سے کسی بھی طرح مختلف ہیں؟ لہٰذا اس کا مطلب یہ ہوا کہ آج ہمیں جس عذاب سے ڈرایا اور دھمکایا جا رہا ہے وہ سابق ہی میں ان زمینوں پر اور کائنات کی لاتعداد زمینوں پر بھی بعینہ نازل ہو چکا ہے!

قرآن مجید کے مطابق صرف یہی نہیں کہ مستقبل میں ہم پر نازل ہونے والا عذاب یہی بالائے بنفشی شعاعوں والا ہوگا، بلکہ حالیہ ادوار میں اس زمین پر اس متوقع عذاب کا ایک ابتدائی نمونہ بھی متشکل ہو چکا ہے۔ چنانچہ آج فضا میں موجود ہماری محافظ اوزون پرت کی کثافت براعظم انٹارٹکا کے اوپر خطرناک حد تک ہلکی ہو کر ایک وسیع سوراخ کی شکل اختیار کر چکی ہے، جسے ozone hole کہا جاتا ہے۔ اس کی وجہ سے یہ بالائے بنفشی شعاعیں راست طور پر سطح زمین تک پہنچ کر اس پورے قطعے کو بنجر بنا چکی ہیں، اور اب وہاں زندگی کا کوئی نام ونشان تک باقی نہیں ہے۔ چنانچہ سائنس داں یا خلاء باز جب کبھی وہاں کسی مہم پر روانہ ہوتے ہیں تو ان مہلک شعاعوں سے حفاظت کی خاطر ان تمام اوزار ولوازمات سے آراستہ وپیراستہ ہو کر نکلتے ہیں جو خلا میں یا مریخ وغیرہ زمینوں پر پہنچنے کے لئے ناگزیر ہوں۔ لہٰذا کتاب الٰہی حسب ذیل آیات میں اس ابتدائی طور پر تشکیل پا رہے عذاب الٰہی کی نہایت جامع تصویر کشی اس طرح کرتی ہے، جس سے ہمارا موجودہ استدلال مضبوط سے مضبوط تر ہو جاتا ہے:

۲۳ - ﴿وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ. قُلْ عَسَىٰ أَن يَكُونَ رَدِفَ لَكُم بَعْضُ الَّذِي تَسْتَعْجِلُونَ. وَإِنَّ رَبَّكَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُونَ﴾ (نمل: ۷۱-۷۳)

ترجمہ: یہ پوچھتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو یہ وعدہ (عذاب) کب پورا ہونے والا ہے؟ آپ کہہ دیجئے کہ تم جس کی جلدی مچا رہے ہو عجب نہیں کہ اس کا کچھ حصہ تمہاری پیٹھ پیچھے آ ہی چکا ہو۔ بے شک آپ کا رب (اس سے حفاظت فرما

کر) لوگوں پر بڑا فضل کرنے والا ہے، لیکن اکثر لوگ اس کا شکر بجا نہیں لاتے ہیں۔

ملحوظ رہے کہ سابق میں بھی دو اور مواقع سے منکرین کی جانب سے عذاب کی مانگ ﴿وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ (یہ پوچھتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو یہ وعدۂ عذاب کب پورا ہونے والا ہے؟) کے جواب میں ایک جگہ ﴿قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ﴾ کے ذریعے ہماری زمین کا پانی ختم کر دیے جانے کی وعید پیش کی گئی تھی، جب کہ ایک مقام پر ﴿لَوْ يَعْلَمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا حِيْنَ لَا يَكُفُّوْنَ عَنْ وُّجُوْهِهِمُ النَّارَ وَلَا عَنْ ظُهُوْرِهِمْ﴾ کے ذریعے ہمیں ہر طرف سے آگ کے ذریعے جلا دیے جانے کے ذریعے انتباہ کیا گیا تھا۔ اور اب یہاں ٹھیک اسی سوال کے جواب میں باری تعالیٰ کا یہ کہنا کہ یہ عذاب ہماری پیٹھ پیچھے آ ہی چکا ہے اس کا صریح ترین مطلب یہی ہو سکتا ہے کہ انسانوں کو جلا کر راکھ کر دینے اور زمین کا پانی ختم کر دینے والا یہ عذاب بالائے بنفشی شعاعوں والا ہی ہو سکتا ہے، جو کچھ عرصہ قبل حقیقتاً ہماری پیٹھ پیچھے ہی انٹارٹکا کی فضا میں بنے اوزنی سوراخ کے ذریعے سطح زمین تک رسائی حاصل کر کے وہاں زبردست تباہی پھیلا بھی چکا ہے!

ہمارا پانی ختم کر کے زمین بنجر کر دیے جانے اور اس کے نتیجے میں زمینی زندگی کے عمومی خاتمے کی دیگر مزید صورتیں بھی ہو سکتی ہیں۔ ان میں سب سے اہم زمین سے سیارچوں (asteroids) اور دم دار تاروں (comets) کا وقتاً فوقتاً تصادم ہے، جو حقیقی خطرات کا حامل بھی ہے۔ ماضی بعید ہی میں زمین ایسے بہت سارے تصادمات سے دوچار بھی ہو چکی ہے۔ سائنس کے پاس ساڑھے چھ کروڑ سال قبل واقع ہونے والے اس طرح کے ایک تصادم کے کافی علمی واستدلالی دلائل وشواہد اکٹھا ہو چکے ہیں۔ چنانچہ اس وقت پندرہ کلومیٹر قطر والا غالباً ایک دم دار تارہ میکسیکو کے ایک مقام پر ٹکرا کر زمین میں دو سو کلومیٹر چوڑا گڑھا بنا چکا ہے۔ اس تصادم کے نتیجے میں عالمی طور پر برپا ہونے والی ماحولیاتی تبدیلیوں کے باعث سطح زمین کی تقریباً ساری ہی انواع حیات نیست و نابود ہو گئی تھیں۔ موجودہ فلکیات کی رو سے اوسطاً ہر دس کروڑ سال کے عرصے میں ایک مرتبہ اس طرح کے زمین پر عمومی تباہی پھیلانے والے تصادمات پیش آتے رہتے ہیں۔ حالیہ تاریخ میں ۱۹۹۴ء میں مشتری پر واقع ہونے والا تصادم بھی کافی بصیرت انگیز ہے۔ اس تصادم میں حصہ لینے والے دم دار تارے شیومیکر-لیوی ۹ (Shoemaker-Levy 9) کے متعدد اجزاء نے، جن میں کسی کا بھی قطر ایک کلومیٹر سے زائد نہیں تھا، وہاں جس پیمانے پر تباہی برپا کی تھی اگر وہ تصادم زمین سے ہوتا تو وہ ہمارے لئے کسی عمومی عذاب سے کم نہ ہوتا۔ بالفرض اگر کوئی دو سو کلومیٹر چوڑا سیارچہ یا دم دار تارہ زمین سے ٹکرا جائے تو ایک تخمینے کے مطابق اس تصادم سے اسقدر توانائی خارج ہوگی کہ جائے تصادم کے اطراف واکناف کا قشر ارض (crust) پگھل کر بخارات کی شکل اختیار کر لے گا اور وقتی طور زمین کا عمومی درجہ حرارت ایک ہزار ڈگری سینٹی گریڈ ہو جائے گا۔ اور اس خوفناک گرم اور سرخ چادر کے باعث آن کی آن میں ہمارے سمندر بھانپ بن کر اڑ جائیں گے اور ساری انواع حیات تباہ ہو کر زمین بنجر

ہو جائیگی: ﴿حِيۡنَ لَا يَكُفُّوۡنَ عَنۡ وُّجُوۡهِهِمُ النَّارَ وَلَا عَنۡ ظُهُوۡرِهِمۡ﴾ (جب وہ آگ کو نہ اپنے آگے سے روک سکیں گے اور نہ ہی اپنے پیچھے سے)۔ واضح رہے کہ ہمارے بیرونی نظام شمسی (outer solar system) میں تقریباً دس کھرب چھوٹے بڑے دم دار تارے موجود ہیں اور وقتاً فوقتاً اندرونی نظام شمسی (planetary system) کا دورہ کرتے رہتے ہیں۔ اسی طرح مریخ اور مشتری کے درمیان سیارچوں کا ایک بیلٹ (asteroid belt) بھی ہے، جس میں لاکھوں سیارچے محوِ گردش رہتے ہیں، اور ان کی کچھ مخصوص انواع بھی راستہ بھٹک کر زمین اور پڑوس کے دیگر سیاروں کے مداروں میں داخل ہوتی رہتی ہیں۔ زمین پر اب تک مختلف چوڑائیوں کے تقریباً ڈیڑھ سو تصادم بردار گڑھے (impact craters) دریافت ہو چکے ہیں۔ قرآن حسب ذیل آیت میں اس پورے طبیعی مظہر کی تصویر کشی ایک نہایت مہیب اور خوفناک اسلوب میں کرتے ہوئے انہیں آسمانی ٹکڑوں سے اس طرح تعبیر کرتا ہے:

۲۴- ﴿أَفَلَمۡ يَرَوۡا إِلَىٰ مَا بَيۡنَ أَيۡدِيهِمۡ وَمَا خَلۡفَهُم مِّنَ السَّمَآءِ وَالۡأَرۡضِ، إِن نَّشَأۡ نَخۡسِفۡ بِهِمُ الۡأَرۡضَ أَوۡ نُسۡقِطۡ عَلَيۡهِمۡ كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ، إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَأٓيَةً لِّكُلِّ عَبۡدٍ مُّنِيبٍ﴾ (سبا:۹)

ترجمہ: کیا انہوں نے اپنے آگے پیچھے آسمانوں اور زمینوں کو نہیں دیکھا ہے، ہم اگر چاہیں تو انہیں بھی زمین میں دھنسا سکتے ہیں یا ان پر کچھ آسمانی ٹکڑے گرا بھی سکتے ہیں۔ یقیناً رجوع کرنے والے ہر بندے کے لئے اس میں ایک بڑی دلیل ہے۔

﴿كِسَفٌ﴾ "كِسۡفَةٌ" کی جمع ہے، جس کے معنے کسی بھی چیز کے ٹکڑے کے آتے ہیں۔ لہٰذا ﴿كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ﴾ کے معنے "آسمانی ٹکڑے" ہوئے، جن کا معنوی انطباق کلی طور پر دم دار تاروں، سیارچوں، شہب ثاقب (meteorites) وغیرہ نظام شمسی کے ملبے (solar system debris) پر بخوبی ہوتا ہے، جنہیں گرا کر یا کفار کو زیر زمین دھنسا کر ان پر عذاب نازل کرنے کی وعید یہاں پیش کی جا رہی ہے۔ نیز موجودہ زمین والوں کو اس ممکنہ عذاب سے متنبہ کرتے ہوئے ﴿أَفَلَمۡ يَرَوۡا إِلَىٰ مَا بَيۡنَ أَيۡدِيهِمۡ وَمَا خَلۡفَهُم مِّنَ السَّمَآءِ وَالۡأَرۡضِ﴾ (کیا انہوں نے اپنے آگے پیچھے آسمانوں اور زمینوں کو نہیں دیکھا ہے) کے ذریعے ان کی توجہ ایک اور حقیقت کی جانب مبذول کرائی جا رہی ہے کہ یہ ان بے شمار زمینوں سے عبرت حاصل کریں جو آسمانوں میں ان کے آگے اور پیچھے واقع ہیں اور اس طرح کے عذابوں کے ذریعے تباہ و برباد ہو کر مردہ بھی ہو چکی ہیں! چنانچہ ملاحظہ کیا جا سکتا ہے کہ سابق میں ﴿كِفَاتٌ﴾ اور ﴿طَيۡرٌ﴾ کے مجازی استعمالات سے مراد لئے گئے ہمارے مفہوم کو یہ آیت کریمہ بھی کس قدر تقویت و استحکام پہنچا رہی ہے۔

ooo